جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
ایک نیک طینت آدمی کا نثری مرثیہ

سید یونس الحسنیؒ

میانہ قد وقامت، گلاب چہرہ...... سفید شلوار قمیص میں ملبوس، حسنِ فطرت کا پیکر، حکمت وتدبر اس کا اوڑھنا بچھونا...... بڑوں میں بڑا عالم...... نہایت ممتاز ومنفرد...... چھوٹوں میں چھوٹا، ملائم ومعصوم...... بہت ہی سچی بات ہے۔ وہ خلوتوں میں حقیقتوں کو تلاشتا تو جلوتوں میں فلاحِ امت تراشتا، صحن چمن میں نور کا ہالہ اور عرفان وآگہی کا ہمالہ...... حُبِّ آل و اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر یعنی موجۂ عشقِ رسالت کا نخچیر...... وہ بزمِ اہلِ دل کی شمع حبیب اور متلاشیانِ حق کے لیے کامل طبیب...... اس مجموعۂ صفات کا نام نامی حافظ سید عطاء المنعم رحمۃ اللہ علیہ ہے (وہ سید ابومعاویہ ابوذر بخاری کے نام سے معروف تھے)...... برصغیر پاک وہند کے جیّد عالم دین، شعلہ نوا خطیب اور جدوجہد آزادی کے جری رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند اکبر اور جانشین...... خیر العلماء مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید اور مدرسہ خیر المدارس سے زیور علم وحکم سے سرفراز ہونے والی ہمہ جہت شخصیت۔ دیکھ کر زبان سے بے ساختہ نکلے:

''ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی''

وہ صرف متبحر عالم دین ہی نہ تھے بلکہ دنیا بھر کی سائنسی معلومات، ثقافتی اصطلاحات، تاریخی حالات وواقعات، جغرافیائی کیفیات وتفصیلات، عمرانی تشریحات وتصریحات قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ اور فن اسماء الرجال پر ان کی گہری نظر تھی...... قدرت نے بلا کا حافظہ ودیعت کر رکھا تھا...... کسی موضوع گفتگو پر حوالہ جات بڑی برجستگی سے پیش کرتے یہاں تک کہ کتاب، رسالہ یا اخبار کی تاریخ اشاعت، صفحہ اور سطر تک بتا دیتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی متنفس نہیں بلکہ ٹُرت پھرت کتب خانہ ہے۔ اسلامی تاریخ کے گہرے پانیوں کی غواصی ان کا محبوب مشغلہ تھا تو تحقیق وجستجو کے نام پر تلبیسات کا انبار لگا کر لوگوں کو گمراہ کرنے والوں کا تعاقب ان کا نصب العین...... جو شخص ملک سے کبھی باہر نہ گیا ہو اور وہ آپ کو گھر بیٹھے نوصدیاں پہلے اور آج کے ہسپانیہ کی سیر کرا دے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ہر دور میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں مشہور عمارات اور نامشہور مقامات میں نت نئے حک واضافہ سے آگاہ کر دے...... جن کی ہمہ نوعی معلومات کا دریائے موّاج ناپیدا کنار ہو۔ اسے کس نام سے یاد کیا جا سکتا ہے...... ظاہر ہے سید ابوذر بخاری ہی کہیں گے کہ ان سا کوئی اور دیکھنے کو نہیں ملا...... تقریر کرے تو فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دے۔ لاہور کے موچی دروازے میں۔ سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا جلسہ تھا...... ہر مکتب فکر کے علماء اور ہر طبقہ ومشرب کے زعماء موجود تھے...... سید ابوذر بخاریؒ تقریر کر رہے تھے۔

''عزیزانِ چمن! کامیاب وہ ہے جس نے اپنا مشن نہیں چھوڑا، جو حق کے لیے جان دے دے مگر غداروں، جفا کاروں سے روشناسی کے لیے قوم کو بروقت بیدار کر دے، جو نونہالانِ وطن کو حقیقت کی راہ سجھائے اور قومی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ دے۔ جو تاجدارِ ختم نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی

شریعت، آخری بین الاقوامی اور بین الآفاقی قانون کے ساتھ مرتے دم تک غیر مشروط وابستگی رکھے۔
وہ کامیاب نہیں جو قوم کا خون بہادے، عزتیں لٹوادے، اموال تباہ کردے، جو اسلام کا نام لے کر جمہوریت، اشتراکیت، مارکس ازم اور فاشزم، یہودیت وسبائیت اور مرزائیت کے لیے چور دروازے کھولے اور اسلامی آئین میں تحریف ومنافقت کی نقب لگائے۔ ایسا شخص کائنات کا، مسلمانوں کا، اسلام کا اور اس ملک کا بدترین دشمن ہے۔‘‘

ان جملوں پر بعض لوگ تلملا رہے تھے۔ ظاہراً کئی بڑی اور باطناً بہت چھوٹی جبینیں شکن آلود ہو رہی تھیں اور لبرل ازم کے دلدادگان پریشان حال تھے۔ مگر شاہ جی قدیم وجدید تقاضوں کے باوصف اسلام کی ابدی اور انمٹ سچائیوں کے ساتھ اپنی بے پناہ لگن کا برملا اظہار کر رہے تھے۔ لوگ انگشت بدنداں تھے کہ مولانا بھی ایسی گفتگو کر سکتے ہیں۔ انھیں کیا خبر...... یہ کوئی پروفیشنل مولوی یا پیر تو تھے نہیں کہ مالکونس اور بھیرویں میں الاپتے اور مسحور کن کیفیت پیدا کرتے...... وہ تو فرزندِ بطلِ حریت تھے جن کے اخلاص کی برکت اور رب العزت کی بے پایاں رحمت وعنایات کا اعجاز تھا کہ لوگ ورطۂ حیرت میں گم سم بیٹھے تھے۔ فخر السادات بول رہے تھے اور سامعین ہمہ تن گوش۔

’’میرا وجدان گواہی دیتا ہے۔ میں انشراحِ صدر کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسلمان خوابِ غفلت سے نہ جاگا تو ذلیل و خوار ہوگا۔ اللہ کے وعدے کبھی ناکام نہیں ہوسکتے۔ اس کی پیش گوئیاں کبھی ناتمام نہیں رہتیں۔ اس کے پیغمبر کے ارشادات کبھی جھوٹے نہیں ہوسکتے۔ قرآن کی آیات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ قرآن کے ماننے والوں اور علمبرداروں کا کبھی بال بیکا نہیں ہوسکتا۔ باقی رہی موت، یہ اگر شکست کی دلیل ہے تو ہزاروں انبیاء شہید ہوگئے اور اپنا ایک امتی بھی پیدا نہ کر سکے تو معلوم ہوا کہ اقتدار کے سنگھاسن پر بیرونی حکومتوں کی سازشوں میں شریک ہوکر، سفارت خانوں سے حاصل کردہ سرمائے کو مانندِ آب بہا کر یا کوئی اور ناٹک رچا کر، برسرِاقتدار آجانا حق کی علامت نہیں، کامیابی نہیں...... یہ وقتی سیاست کی شعبدہ بازی یا ایکٹروں کا کھیل ہے اور بس۔‘‘

یہ تھا فکرِ بوذری کا نمونہ مشتے از خروارے۔

آیئے ان کی شاعری کا رخ کرتے ہیں۔ آج لوگ اپنے ناپسندیدہ افراد یا حکومتوں کے خلاف لکھتے اور شعر کہتے ہیں تو اسے مزاحمتی ادب کا نام دے دیتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سراسر غلط ہے۔ مزاحمتی ادب تو وہ ہے جس کے ذریعے کسی قوم، معاشرے، حکومت، شخصیت یا سیاسی جماعت کے غلط افکار ونظریات کا بطلان کیا جائے، عوام الناس کو ان سے بچنے کی راہ دکھائی جائے، یا کسی ملمع ساز کے منافقانہ روپ کا سرعام پوسٹ مارٹم کیا جائے تاکہ لوگ سچ اور جھوٹ، غلط اور صحیح کی پہچان کر سکیں۔ سید صاحب نے ہر ہر صنف میں طبع آزمائی کی مگر مزاحمت کا انداز قابلِ غور ہے:

میں اگر زیغِ تفکر کا گلہ کرتا ہوں　　تم دلیلوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہو
میرے معتوب سے ماحول کو مذہب کے عوض　　کتنی تلبیس سے پیمانِ وفا دیتے ہو
میں اگر حکمت و الہام کا دیتا ہوں سبق　　تم اسے جہل کے پردوں میں چھپا دیتے ہو
الغرض دیں ہو، سیاست ہو، معیشت یا معاد　　ساری دولت کو شکم پر ہی لٹا دیتے ہو
میں تو پھر ایک مؤثر پہ ہی رکھتا ہوں یقیں　　تم فقط مادہ کو معبود بنا دیتے ہو
تم مساوات و اخوت کا امیں بن کر بھی　　بغض و تفریق کا اک جال بچھا دیتے ہو

ایک اور نظم میں اُن کے عزم وہمت اور فکر ونظر کو ملاحظہ فرمائیں:

پاپ الاؤ

فراشِ کہنہ الٹ دو، بساطِ نو کو بچھاؤ
قدیم رسم ہے الفت، اسے نہ مٹاؤ
یہ فلسفہ کے فسانے، کوئی نہ سمجھے نہ جانے
انھیں بنا کے حقیقت، انھی کے گیت نہ گاؤ
سمندِ فکر کو موڑو، توہمات کو چھوڑو
بتِ غرور کو توڑو، جبینِ عجز جھکاؤ
گزر رہا ہے زمانہ، کرو نہ حیلہ بہانہ
ہے فرصتوں کا خزانہ، یونہی نہ عمر گنواؤ
جو قصدِ منزل حق ہے تو پھر کتابِ مبیں کو
ہجومِ تیرہ شبی میں چراغِ راہ بناؤ
یہی ہے درسِ اخوت، یہی پیامِ بقا ہے
کہ آدمی کے ستم سے تم آدمی کو چھڑاؤ
یہی نشانِ ھدیٰ ہے یہی وصالِ خدا ہے
بس اب اطاعت حق ہے جہانِ دل کو بساؤ
یہ میری ایک نصیحت ہے رہنمائے طریقت
قدم قدم پہ فضیحت نہیں ہے میرا سبھاؤ
وہ چھوٹ رہا ہے اندھیرا، مچل رہا ہے سویرا
ثباتِ عزم و یقیں کا دیا تو اب نہ بجھاؤ
اٹھے گی نیک قیادت، گرے گا قصرِ ضلالت
دبے گا شورِ بغاوت، بجھے گا پاپ الاؤ
بچھے گا تختِ خلافت چلے گا حکمِ امامت
اٹھا کے حلف اطاعت نجاتِ اخروی پاؤ
وہ شب ڈھلکنے لگی ہے سحر ہمکنے لگی ہے
خزاں دبکنے لگی ہے گلوں کا دل نہ کھاؤ
ہوا سنکنے لگی ہے کلی چٹکنے لگی ہے
فضا مہکنے لگی ہے چمن کو بھول نہ جاؤ
یہ قادیانی لٹیرا، فرنگی گھاگ سپیرا
نفاق جس کا پھریرا ہے ربوہ جس کا پڑاؤ
اٹھا دو اس کا یہ ڈیرا، یہ ارتداد بسیرا
لگا کے ایک ہی پھیرا اسے بھی کلمہ پڑھاؤ

بات طویل ہوجائے گی۔ سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ اپنے علم وعمل، فکرودانش، تقویٰ وتدیّن اور اپنی صلاحیتوں کے باوصف اپنے ہم عصروں میں سب سے منفرد اور ممتاز تھے۔ وہ تدبر وحکمت اور شعور ودانش کی بلندیوں پر فائز تھے۔ ۲۴ راکتوبر ۱۹۹۵ء کو وہ ہم سے جدا ہو کر عقبیٰ کے سفر کو روانہ ہوئے۔ آج وہ ہم میں موجود نہیں۔ انھیں کھو کر ''قحط الرجال'' کی ترکیب سمجھ آتی ہے۔ سچ کہا کسی نے:

''مَوتُ العالِمِ موتُ العالَم''

دل سے ہوک سی اٹھتی ہے۔

کاش مرے جیون کے بدلے لوٹ سکیں وہ لوگ

مطبوعہ:

ہفت روزہ ''زندگی'' لاہور، ۱۱؍دسمبر ۱۹۹۶ء

ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' ملتان، ابوذر بخاری نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۷ء